

کھلا ضرور ☆☆☆ مگر مسکرا نہ سکا

حافظ محمد اسحاق سلفی

ویسے تو جو بھی انسان اس دنیا میں آیا ہے اس نے ایک نلک دکھائی دنیا فانی سے جانا ہے موت کا وقت نہ تو آگے ہو سکتا ہے نہ پیچھے ”لایستأخرون ساعة ولا يستقدمون“ مگر کچھ اموات ایسی ہوتی ہیں جو باپ کو جوانی میں ہی بوڑھا بنا دیتی ہے، ماں کی مامتا کو تڑپا کر خوشیوں کو سسکیوں اور آہوں میں تبدیل کر دیتی ہیں، بہنوں کی روشن امیدیں اظہار خیال سے پہلے ہی کفن پوش ہو جاتی ہیں، بھائیوں کی محبت، شفقت، الفت و یگانگت اور امن و سکون والی زندگی رات کی تاریکیوں میں ڈوب جاتی ہے، عزیز و اقرباء کے فخر خاک میں مل جاتے ہیں، دوستوں کے ساتھ لطف و کرم کے معاملہ کی انتہا ہو جاتی ہے۔ ایسی اموات میں سے ایک شہادت کی موت راقم کے بھانجے طویل القامت، معتدل جسامت، طبیعت میں شرافت، چہرہ پر طلاقت، افکار میں جدالت، کشادہ دل و جاں، حافظ خلیل الرحمن کی ہے۔ کہ جس کی موت سے باپ کا بننے والا قوی سہارا ٹوٹ کر نکھر گیا، باپ کو عمر بھر کرانے کی دل میں تمنا رکھنے والا اپنی آرزوؤں کو دل میں بسا کر دار فانی سے کوچ کر گیا، جس کی موت نے ماں کے دل سے چاہتوں کو نکال کر زندگی بھر کے غم کا پہاڑ دے دیا، جس موت نے بھائیوں کے بازوؤں کو توڑ دیا، جو بھائی اس کے آنے پر اکیلے کھانا نہیں کھاتے تھے ان ہی بھائیوں کو اپنے بھائی کو قبر میں دفن کر کے اوپر مٹی ڈالنے پر مجبور کر دیا، جو بھائی اپنے اس بھائی کے کپڑوں کو خراب دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے انہی بھائیوں کی نظروں کے سامنے اس کے کپڑوں کو پھاڑ کر اتار گیا، جو عزیز و اقارب دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے تھے آج وہ بھی کہتے ہوئے نظر آ رہے ہیں:

یوں تو سبھی موت کے رہے ہیں منتظر

مگر اچانک تیری جدائی نے سب کو زلادیا

جو بہن بھائی بھائی کہتے ہوئے تھکتی اور استقامت نہیں تھی وہی بہن بھائی جان بھائی جان تو پکار رہی ہے لیکن اس کا جواب ڈینے والا نظر نہیں آتا، اس کو پیار سے گود میں بٹھانے والا، محبت سے پیشانی کا بوسہ لینے والا، الفت سے اس کے لئے چیزوں کو خرید کر دینے والا اس کو نظر نہیں آ رہا، جس جامعہ سلفیہ کے لئے وہ عید الاضحیٰ کے موقع پر وسعت کے مطابق شہر سے کھالیں اکٹھی کر کے دیتا تھا، آج جامعہ سلفیہ بھی موجود ہے اس کے ساتھ محبت کا رشتہ رکھنے والے اساتذہ بھی موجود ہیں اور کھالیں بھی اکٹھی ہوں گی لیکن اس کا رخیر میں حصہ ڈالنے والا حافظ خلیل

الرحمن دنیا میں کسی آنکھ کے سامنے نہیں آئے گا۔

یہ شہید 31-08-1985 کو شہر گوجرانوالہ میں اپنے نفعیال کے گھر پیدا ہوا۔ شہید کے والد مولانا عبدالرحمن سلفی حفظہ (لہ درجہ) کریم ابن کریم اور شریف النفس ہیں جو شہر فیصل آباد کے عظیم مبلغ و مدرس اور مایہ ناز خطیب ہیں جن کی تبلیغ اسلام کا جال پورے فیصل آباد کو احاطے میں لئے ہوئے ہے، جن کی دلاویز خطابت سے متعدد افراد کو راہ ہدایت نصیب ہوئی ہے جن کے اوصاف حمیدہ کے صرف اپنے ہی نہیں بلکہ بیگانے بھی معترف ہیں، جن کی ملتساری، عجز و انکساری، مہمان نوازی و دلاویزی معروف ہے۔ ان کے والد محترم حاجی محمد بھی نیک خو، متکسر المزاج اور تلخ باتوں کا طاقتور العجز سے سامنا کرنے والے تھے۔ جو عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ (لہ تعالیٰ) اور مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ (لہ تعالیٰ) جیسے بزرگ علماء کے ہم نوا و ہم پیا لہ تھے جن کی لیاقت و شرافت، لطافت ظرافت، رفاقت و ظرافت بے مثل تھی ایسے عظیم والدین کے لخت جگر کی پیدائش پر شیخ الحدیث و التفسیر حافظ عبدالنسان نور پوری حفظہ اللہ تعالیٰ نے پہلا رقمہ کھٹی کے طور پر دیا، اس کی پیدائش کی خوشی میں والد شہید مولانا عبدالرحمن سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ نے دل میں نیت کی کہ میں اپنے بیٹے کو دین کی تعلیم دلاؤں گا تو جب اس نے زمانہ طفولیت کو خیر آباد کہا تو مشفق باپ نے بیٹے کو حافظ قرآن بنایا، سکول سے میٹرک کروایا، ملک پاکستان کی عظیم الشان دانش گاہ جامعہ سلفیہ میں درس نظامی کے لئے داخل کروایا، جامعہ سلفیہ میں ثانویہ کی کلاسز مکمل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے لئے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں ایڈمیشن کروایا، وہاں اب تعلیم کا تیسرا سال جاری تھا مگر اس کو کیا علم تھا کہ اب اس کی امتحانی زندگی ختم ہوگئی ہے اب تو اس کے لئے ”افرشوالہ من الجنة، البسوه من الجنة، افتحوالہ بابا الی الجنة“ کی صورت میں نتیجہ کا وقت ہے۔

قارئین: موت کی عجیب شان بے نیازی ہے کہ وہ بعض اوقات چمن سے ایسا پھول توڑتی ہے جس سے گلستان کی تمام رونق وابستہ ہوتی ہے، ایسے گلستان کا اگر ایک پھول مرجھا جائے تو دوسرے پھول اس طرح سے اظہارِ خیال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

کتابِ علم لہو سے سجا کر کچھ لوگوں نے
سند تو نہ لی مگر مرتبہ بڑھا کے لوٹ گئے
سہانے خواب لئے آئے تھے اک در پہ وہ
ہماری آنکھ میں آنسو سجا کے لوٹ گئے

محترم قارئین! وہ تو جنتوں کا مہمان بن گیا۔ ماں کو غمزدہ، خالائوں کو افسردہ اور ہمیں رُلا کر خود ابدی و دائمی

مستقون کو چہرے پہ سجا کر جنتوں کی نعمتوں سے محفوظ ہونے لگا۔ مگر اس کی شہادت آج بھی حکمرانوں، صاحب ایوانوں، صاحب اقتدار لوگوں کو چھینوڑ کر کر رہی ہے:

موت برحق ہے لیکن میری گزارش یہ ہے
زندہ انسانوں کا جنازہ نہ اٹھایا جائے
میں بتاؤں گا رُخ کی لذت کیا ہے
پھول کا مجھ سے تعارف تو کرایا جائے
قدر جس سے رن و دار کی گھٹ جاتی ہے
مجھ کو اس حرفِ ندامت سے بچایا جائے

اس کی شہادت پر والدین سے تعزیت کرنے کی بجائے الزام تراشیاں کرنے والو:
کیا اس کا حصول تعلیم کے لئے اپنی ماں کی مانتا کو چھوڑنا کیا اتنا بڑا جرم تھا کہ شہیدوں کی تعداد کم دکھانے کے لئے اس کو غیر ملکی قرار دے کر سر در خانے میں رکھ دیا گیا؟ کیا باپ کا سایہ عاطفت چھوڑ کر لوگوں کو روشنی کی طرف لانے کی تعلیم کو حاصل کرنا اتنا بڑا جرم تھا کہ اس کی میت کو ڈھانپنے کے لئے دو کپڑے بھی نہ دیئے جاسکے۔ کیا اپنے پیارے بھائیوں کو چھوڑ کر، ماموں، خالوں کی الفتوں کو چھوڑ کر پردیسی زندگی گزارنا اتنا بڑا جرم تھا کہ اس کی میت کو اس کے گھر پہنچانے کے لئے تابوت اور گاڑی کا انتظام بھی نہ کیا گیا؟
لوگوں کی فلاح و بہبود کے سائن بورڈ اور بڑے بڑے دیوبند بورڈ لگانے والے کہاں گئے؟ ”فلاح انسانیت کا دعویٰ کرنے والے، اپنے اقتدار کی خاطر احتجاج کرنے والے، اپنی عزت و حشمت کی خاطر جلوس نکال کر لوگوں کا قتل عام کرانے والے کہاں گئے؟ کہاں گئے ان کے دعوے، کہاں گئیں ان کی تنظیمیں، اس عظیم سانحہ پر ان کا جوش کہاں گیا، ان کے دل ولے کہاں دب گئے، ان کے سلوگنز کی آواز کیوں مدہم ہو گئی، انسانیت کے ساتھ ظلم و بربریت کا سلوک دیکھ کر بھی کیوں بیدار نہیں ہوئے؟

ہاں ایسے پریشانی کے عالم میں جب کہ ہر طرف ہوکا منظر تھا۔ ہر سناٹا چھایا ہوا تھا، انسانیت کے ساتھ ظلم و بربریت کا سلوک دیکھ کر AYF ایلحدیث پتھ فورس اور ASF ایلحدیث سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نوجوانوں نے انسانیت کے ساتھ ہمدردی کو اپنا فرض منہی سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو پیش کیا اور رضائے الہی کے حصول کے لئے ان شہداء سے وفاداری کرتے ہوئے ایجوکیشن، تابوت وغیرہ کا اہتمام کیا اور شہداء کی میتوں کو والدین کے گھروں تک بھی پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے عمل و عمل میں برکت عطا فرمائے اور ان کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے آمین

”واللہ فی عون العبد ماکان العبد فی عون اخیه“ جراحہم اللہ خیر الحسن الجزاء فی الدنیا والاخرہ